

مثالی اخلاق

(قرآن و حدیث کی روشنی میں)

حضرت مولانا عسید اللہ حسنی ندوی

ناشر

سیدالاحد تھیڈا کائیکاری

دارعرفات، تکمیل کلاں، رائے بریلی

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول: ۱۳۳۲ھ = ۱۹۱۳ء

نام کتاب : مثالی اخلاق

مصنف : حضرت مولانا سید عبداللہ حسینی ندویؒ

تعداد اشاعت : ۱۰۰۰

صفحات : ۶۸

باہتمام : محمد نصیس خاں ندوی

ملنے کے پتے :

☆ ابراہیم بک ڈپ، مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی

☆ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

☆ مکتبہ الشباب، ندوۃ روڈ لکھنؤ ☆ الفرقان بکڈ پو، نظیر آباد، لکھنؤ

ناشر

سید الاحماد شیخ ایکان المعجمی

دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

فهرست مضمین

۵	عرض ناشر
۸	پیش لفظ

اسلامی اخلاق

۱۳	دشمنوں کے ساتھ برتاؤ
۱۸	محبت الہی
۱۹	توبہ
۲۱	توکل
۲۲	عدل والنصاف
۲۷	تقویٰ
۲۸	صدق و سچائی
۳۱	سخاوت
۳۳	عفت و پاکبازی
۳۵	دیانت داری و امانت
۳۶	شرم و حیا
۳۷	رحم

۳۹	احسان
۴۱	عنودرگذر
۴۵	خوش کلامی
۴۷	بہادری و حق گوئی

غیر اسلامی اخلاق

۴۸	جھوٹ اور خیانت
۵۰	چغل خوری
۵۱	غیب و عیب جوئی
۵۳	چاپلوسی
۵۴	حد سے زیادہ مال کی محبت
۵۵	بخل
۵۷	بے ایمانی اور ناپ تول میں کمی
۵۹	رشوت و سودخوری
۶۱	شراب نوشی
۶۲	خنرو غرور
۶۷	حد اور نخش گوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عرض ناشر

ہمارے مرتبی محسن برادر اکبر مولا نا سید عبداللہ حنفی ندویؒ کے حادثہ وفات کو ابھی زیادہ دن نہیں گذرے، اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت و عوت عطا فرمائی تھی، ان کی تقریروں اور تحریروں میں جا بجا اس کی مثالیں ملتی ہیں، انشاء اللہ ان کی تحریریں اور تقریریں شائع ہوتی رہیں گی اور ان سے ال دعوت و فکر کو غذا ملتی رہے گی۔

پیش نظر رسالہ مولا ناؒ کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو تقریباً نیس سال پہلے "تعمیر حیات" میں شائع ہوئے، ان میں کتاب و سنت کی روشنی میں ایک پچ مسلمان کی زندگی پیش کی گئی ہے اور اسلام نے جن مثالی اخلاق کو ثابت کیا ہے اس کی تفصیلات اس میں بیان ہوئی ہیں، ایک ایک کر کے آیات و احادیث کی روشنی میں بڑے آسان اور موثر اسلوب میں

ان کو پیش کیا گیا ہے، پھر ان مثالی اخلاق سے ہٹ کر جو برائیاں لوگوں میں ہوتی ہیں ان کو بھی واضح کیا گیا ہے تاکہ حقیقت صاف ہو جائے اور ان برقی خصلتوں سے بچنا لوگوں کے لیے آسان ہو جائے۔

موجودہ دور میں اخلاقی گراوٹ انہا کو پہنچ رہی ہے، مسلمانوں کی زندگی اسلامی اخلاق و کردار سے خالی ہوتی جا رہی ہے، اور اکثریت کو معلوم نہیں کہ اسلامی تعلیمات اس باب میں کیا ہیں اور مسلمانوں کو کس طرح زندگی گذاری چاہیے اور کون کون ایسی چیزیں بد اخلاقیوں میں شامل ہیں؟! اس کی بڑی ضرورت تھی کہ مسلمانوں کے سامنے اس کا لاحظہ عمل سامنے آئے اور اسلامی اخلاق کے ساتھ ساتھ غیر اسلامی طرز عمل کو بھی پیش کر دیا جائے جس سے ہر مسلمان کو بچنا ضروری ہے۔ پیش نظر کتاب میں یہی موضوع کو اختیار کیا گیا ہے جو وقت کی اہم ضرورت کو پورا کرتا ہے، اس کی روشنی میں اگر زندگی گذاری جائے تو ایک مسلمان اپنے کردار سے بھی اسلام کا داعی بن سکتا ہے، اور اس کے ذریعہ سے اللہ کا قرب اس کو حاصل ہو سکتا ہے۔

برادر صاحب نور اللہ مرقدہ کو اللہ تعالیٰ نے زور قلم میں والد صاحبؒ (مولانا محمد الحسنؒ) کی وراثت عطا فرمائی تھی، وہ عربی اور اردو میں بڑے مؤثر اسلوب میں مضامین لکھتے تھے، گرچہ آخری دس سالوں میں دعویٰ

و اصلاحی میدان میں جس قوت عمل کے ساتھ وہ لگے، اس میں بھی زیادہ لکھنے کا موقع نہیں رہا، ان کے شب و روز دعوت کی دھن میں صرف ہو نے لگے، لیکن افراد سازی کا کام انہوں نے کیا اور ہر میدان میں لوگ تیار کر دیے، البتہ ان کی جو تحریریں موجود ہیں ان میں وہی طاقت واشر انگیزی نظر آتی ہے جو والد صاحب اور حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کے یہاں ملتی ہے، اگر ان کو موقع ملتا تو شاید وہ بڑے مصنف و مفکر اور انشاء پر دعا ہوتے لیکن انہوں نے خود مصنف بننے کے بجائے دوسروں کو مصنف بنایا اور مختلف علمی میدانوں میں افراد تیار کیے۔

میں عزیز گرامی قدر مولوی محمد نشیس خاں ندوی سلمہ کا شمشکر گذار اور ان کے لیے دعا گوہوں کہ انہوں نے یہ مضامین جمع کر کے ان کو اشاعت کے لیے تیار کیا۔ عزیزی مولوی محمد ظفیر الاسلام ندوی نے احادیث کی تحریج کا ذمہ لیا، اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزاً خیر عطا فرمائے، اور یہ رسالہ جو ”بِقَاتِتْ كَهْتَرْ بِقِيمَتْ“ بہتر کا مصدقہ ہے لوگوں کے لیے مفید ہوا اور مصنف کے لیے صدقۃ جاریہ آئیں

بلال عبدالحکیم حسینی ندوی
(دارعرفات تکمیلہ کلاں رائے بریلی)

پیش لفظ

حضرت مولانا سید محمد رابع حنفی ندوی مدظلہ
 (نظم دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

عزیز القدر مولانا سید عبداللہ حنفی ندوی "جو دارالعلوم ندوہ العلماء میں حدیث و تفسیر اور علوم شرعیہ کے استاد اور مرتبی وداعی شخصیت تھے، تدریس کے ساتھ ساتھ تحریر و تقریر کے ذریعہ بھی افادہ خلق کا کام انجام دیتے تھے، اور اصلاح و تربیت کے لیے جو کوششیں ان کے اختیار میں تھیں وہ انہوں نے کیں، عربی اور اردو تحریر میں وہ اپنے والد مولانا سید محمد حنفی کے نقش قدم پر تھے، علوم شریعت سے اشتغال کا اثر ان کی تحریروں پر خاصا پڑا، اور اخلاق و اعمال میں احکام شریعت پر عمل میں سنت نبوی کی پیروی اور اصلاح و تقویٰ کے طور پر سامنے آیا، اور اپنی فکر کے ساتھ عوام کی اصلاح و تربیت اور ہدایت خلق کے لیے انہوں نے

مضامین و تقریروں کے ذریعہ فلکر کی، مضامین کے مجموعے ان کے چاہئے
والے مرتب کر رہے ہیں اور کچھ طبع ہونے کے مرحلہ میں ہیں۔
ایک سلسلہ مضامین اسلامی اخلاق سے متعلق تھا جو کئی قسطوں میں
تعمیرات میں جو ندوۃ العلماء کا ترجمان ہے شائع ہوا، اس میں مولانا
عبداللہ حنفی مرحوم نے ان اخلاق کو پہلے لیا ہے جن کو اختیار کرنے سے
بری باتوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے اور پھر ان گناہوں کا ذکر کیا ہے
جن سے بچنے سے نیکیوں پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے، یہ ایک اچھا
مجموعہ مضامین بلکہ حسین گلدستہ اخلاق ہے جو سید احمد شہیدؒ آکیڈی دار
عرفات منظر عام پر لارہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے نفع کو عام کرے اور ان
کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین!

محمد رابع حنفی ندوی
دائرہ شاہ علم اللہ، رائے بریلی

۱۶ جمادی الاولی ۱۴۳۲ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسلامی اخلاق

خدا نے واحد ہی انسان اور سارے جہاں کا خالق و مالک ہے، اس لیے وہ بخوبی ان کی خوبیوں اور کمزوریوں سے واقف ہے اسی واسطے اس نے پیغامبروں کو بھیجا کہ خوبیوں اور کمزوریوں کو واضح کر کے بندگان خدا کو راہ حق دکھائیں، سب کے اخیر میں حضرت محمد ﷺ کو بھیجا اور آپ ﷺ کے ذریعہ نہایت تفصیل سے احکامات بھیجتے تاکہ بہانہ بنانے کا موقع نہ ملے اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ بات ہم کو معلوم نہ ہو سکی، اسی سلسلہ کی اہم ترین کڑی اخلاقیات سے متعلق ہے، قوموں کا عروج و زوال بھی اسی سے وابستہ ہے، کسی قوم کا اخلاقی زوال پہلے شروع ہوتا ہے سیاسی زوال بعد میں آتا ہے، جزوی طور پر اخلاقیات سے متعلق احکامات تو ہر جگہ مل جائیں گے لیکن جس تفصیل اور باریک بینی سے

اسلام نے ان کی تشریع کی ہے وہ کہیں اور تلاش کرنا بے سود ہے، اس کا ایک بہت محقر خاکہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، پہلے اخلاقیات کے اچھے پہلو کے کچھ نمونے آپ دیکھیں گے اس کے بعد بڑے پہلو کے متعلق اسلامی تعلیمات نظر سے گذریں گی (۱) اس لیے کہ ہمیشہ سے یہی دستور ہے کہ کچھ چیزوں کا حکم دیا جاتا ہے اور کچھ چیزوں سے باز رہنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔

بلند اخلاق کے متعلق آپ ﷺ کی عمومی تعلیم یہ تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْأَمْرَ وَيَكْرَهُ سَفَاسِفَهَا“ (۲)
 (بیشک اللہ تعالیٰ بلند حوصلگی کے بڑے کام پسند کرتا ہے اور چھوٹی اور چھیبا تین ناپسند کرتا ہے)۔

حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں، کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ
 الْمُضْعِفِ، وَفِي كُلِّ خَيْرٍ، أَحْرَصَ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَأَسْعَنَ

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سیرت النبی ﷺ جلد نمبر ۶ - از علامہ سید سلیمان ندوی اور نبی رحمت ﷺ - از حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی۔

(۲) شعب الایمان للبهقی ؛باب فی حسن الخلق - ۸۰۱۲

بِاللَّهِ وَلَا تَعْجِزُ، وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تُقْلِلْ لَوْ إِنِّي فَعَلْتَ
كَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلَكِنْ قَلْ قَدْرَ اللَّهِ وَمَا شاءَ فَعَلَ، فَلَوْ لَوْ
نَفْتَحْ عَمَلَ الشَّيْطَانَ” (۱)

(کمزور مسلمان سے قوت والا مسلمان زیادہ بہتر ہے اور خدا کے
نزدیک پیارا ہے اور ہر ایک میں بھلائی ہے ہر وہ چیز جو تجھے نفع دے اس
کی پوری خواہش کرو، اور خدا سے مدد چاہو اس راہ میں کمزوری نہ دکھاؤ
اور اگر اس راہ میں تجھے تکلیف پہنچ جائے تو یہ نہ کہہ کہ اگر میں یوں کرتا تو
یوں ہوتا، بلکہ یوں کہہ کہ اللہ نے مقدر کر دیا تھا، اور جو چاہا اس نے کیا
کیونکہ یہاگر (اوگر) شیطان کا کار و بار کھوتا ہے)۔

در اصل انسان کے حوصلہ مندی، پرامیدی، استقلال اور پامردی
میں ان باتوں کا بڑا افضل ہے، اگر عزم و توکل کر کے کسی کام کو شروع
کرے اور کامیاب ہو کر سرخرد ہو تو فخر و غرور میں بنتلانہ ہونا چاہیے، بلکہ
شکر کے جذبات ابھرنے چاہیے کہ یہ صرف اللہ کے فضل و کرم سے ہوا
اور اگر ناکامی اٹھانی پڑے تو یاس و نامایدی کے دلدل میں نہیں، گرنا
چاہیے بلکہ صبرا اور ثابت قدی سے برداشت کرنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ
اللہ کا یہی مشاء تھا اسی کو قرآن مجید اس طرح بیان کرتا ہے:

(۱) مسلم: القدر، بباب الایمان بالقدر والاذعان له - ۶۷۴

﴿وَمَّا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا
فِي كِتَابٍ مَّنْ قَبْلَ أَنْ تُبَرَّأَهَا إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ.
إِلَّا كِيلَاتُ أَسْوَاعَ لَهُ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَخُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا
يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ (الحدید ۲۲-۲۳)

(کوئی مصیبت نہیں آتی زمین پر اور نہ تم پر لیکن یہ کہ وہ اس کے
پیدا کرنے سے پہلے کتاب الہی میں درج ہوتی ہے، یہ اللہ پر آسان ہے،
یہ اس لیے تاکہ اس پر جو تم سے جاتا رہے غم نہ کرو اور جو تم کو اللہ دے اس
پر نہ اتراؤ، اللہ کسی اترانے والے بڑائی ہا کنے والے کو پسند نہیں کرتا)۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”عجباً لأمر المؤمن، إن أمره كله له خير، وليس
ذاك لأحد إلا للمؤمن، إن أصابته ضراء شكر فكان خيراً له،
وإن أصابته ضراء صبر فكان خيراً له“ (۱)

(مؤمن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کا سارا معاملہ خیر ہی خیر ہے، یہ
چیز صرف مؤمن ہی کو حاصل ہے کہ اگر فراخی و خوشحالی آتی ہے تو شکر کرتا
ہے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے، اور اگر فقر و تنگدستی میں بہتلا ہوتا ہے
تو صبر کرتا ہے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے)۔

(۱) مسلم: الزهد والرقاق، باب المؤمن امره كله خير، - ۷۵۰۰

دشمنوں کے ساتھ بروتاو

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دشمنوں کے ساتھ بروتاو کرنے کی واضح تعلیم دی ہے، ان کو معاف کرنے، حسن سلوک کرنے، ان کے لیے دعائیں کرنے اور اگر وہ ظلم کریں تو بھی ان کے ساتھ انصاف کرنے کی تعلیم دی ہے، فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءِ بِالْقِسْطِ
وَلَا يَحْرُمْنَكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى إِلَّا تَعْدِلُوا إِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ
لِلتَّقْوَىٰ وَأَتَقْوُا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ (المائدہ: ۸)

(اے ایمان والو! خدا کے لیے کھڑے ہو جایا کرو انصاف کے ساتھ گواہ بن کر اور کسی قوم کی دشمنی تم کو عدل و انصاف کرنے سے باز نہ رکھے، انصاف کرو کہ انصاف کرنا پر ہیز گاری سے بہت نزدیک ہے اور خدا سے ڈرو، اس کو تھہارے کاموں کی خبر ہے)

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ إِذْفَعْ بِالْتُّقْوَىٰ هِيَ
أَحْسَنُ فِإِذَا الَّذِي يَبْنِكَ وَبَيْنَهُ عَدَاؤَةٌ كَانَهُ وَلِيٌ حَمِيمٌ وَمَا
يُلْقَاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلْقَاهَا إِلَّا ذُو حَظٍ عَظِيمٌ وَإِمَّا
يَنْزَغَنُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِدْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ﴾ (فصلت: ۳۲-۳۶)

(بھلائی اور برائی برابر نہیں، برائی کو بھلائی سے درفع کرو تو وفتا وہ

جس کے اوپر تمہارے درمیان دشمنی ہے رشتہ دار دوست کے مانند ہو جائے گا اور اس پر عمل کی توفیق انہیں کو ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور انہیں کو یہ سعادت حاصل ہوتی ہے جو بڑی قسمت والے ہیں اور اگر شیطان تم کو اکسائے تو خدا کی پناہ مانگو کہ وہ سننے والا اور جانے والا ہے۔)

اللہ کے رسول ﷺ کے ایک زبردست عالم صحابی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اس کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غیظہ و غصب کی حالت میں صبر کا اور کسی کے برائی کرنے پر حلم اور عفو و درگز رکا حکم دیا ہے، وہ ایسا کریں گے تو خدا ان کو شیطان کے پنجھ سے چھڑائے گا اور ان کا دشمن بھی دوست کی طرح ان کے آگے سر جھکا دے گا۔ (۱)

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جو آخر حضرت ﷺ کے پاس بیٹھے تھے گالی دی وہ سن کر چپ رہے، اس نے دوبارہ وہی حرکت کی وہ پھر بھی چپ رہے، اس نے پھر تیسری دفعہ بدزبانی کی تو وہ چپ نہ رہ سکے اور کچھ بول اٹھے، یہ دیکھ کر آخر حضرت ﷺ اور اٹھ گئے، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھ سے خفا ہو گئے، فرمایا: اے ابو بکر! جب تک تم چپ تھے تو خدا کا فرشتہ تمہاری طرف سے کھڑا تھا جب تم نے جواب دیا تو وہ ہٹ گیا۔ (۲)

(۱) البخاری: کتاب التفسیر، سورۃ حم السجدة

(۲) أبو داؤد، کتاب الأدب ، باب فی الانتصار۔ ۴۸۹۶

خود اللہ کے آخری رسول ﷺ نے اپنے دشمنوں کو معاف کیا، اور اس وقت معاف کیا جو آپ ﷺ سے بدلہ لینے کی طاقت رکھتے تھے اور ایسے دشمنوں کو معاف کیا جو آپ ﷺ کے خون کے پیاس سے تھے اور آپ ﷺ کو ایدز اپنچانے میں کوئی کسر اٹھانہیں رکھی تھی، آپ ﷺ نے اپنے پچھا کے قاتل و حشی کو اور کلیجہ چبانے والی عورت دونوں کو معاف کیا، آپ ﷺ نے خبر میں زہر دینے والی یہودی عورت کو معاف کیا اور مکہ کے ان ہزاروں دشمنوں کو معاف کیا جو آپ ﷺ کے خون کے پیاس سے رہ چکے تھے، اور آپ ﷺ نے ان طائف والوں کے حق میں دعا خیر کی جنہوں نے آپ ﷺ کی ذات با برکت پر پھرودی کی بارش کی تھی اور آپ ﷺ کے پاؤں مبارک ہولہاں کیے تھے، آپ ﷺ سے جب عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ دشمنوں کے لیے بد دعا کریں تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: میں دنیا میں لعنت کے لیے نہیں بلکہ رحمت کے لیے آیا ہوں۔ (۱)

اسلام نے نفرت کے جذبات سرے سے ختم نہیں کیے، کیونکہ ایسا کرنا قانون فطرت سے چشم پوشی ہے، ناراضگی، نفرت اور مخالفت بھی انسان کی فطرت میں داخل ہیں، ان کو کچلانہیں جا سکتا، اسی لیے اسلام

(۱) ملاحظہ ہو سیرت النبی ﷺ جلد نمبر ۶

نے ان جذبات کے استعمال کا صحیح موقع محل متعین کر دیا ہے وہ یہ کہ ان کی بنیاد اللہ کی رضا اور ناراضکی ہو، ذاتی اغراض، شخصی مصلحت اور اندرونی امراض نہ ہوں بلکہ صرف اللہ ہی کے لیے نفرت اور بغضہ ہو اور اسی کی خاطر محبت والفت ہو۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے دریافت کیا کہ کون ہی نیکی خدا کو زیادہ پیاری ہے، کسی نے نماز کہا، کسی نے زکوٰۃ، کسی نے جہاد بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا: تمام نیکیوں میں سب سے زیادہ خدا کو یہ نیکی پسند ہے کہ خدا ہی کے لیے محبت، اور خدا ہی کے لیے مخالفت ہو۔ (۱) اس لیے نفس و خواہش کی پیروی سے بھی روکا گیا اور جا بجا قرآن و حدیث میں ممانعت آئی ہے، قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَا تَتَّبِعُ الْهَوَى فَيَضْلُكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (ص: ۲۶)
 (اور خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرو کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے ہٹا دے گی)۔ دوسرا جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهًا هَوَاهُ﴾ (الجاشیة: ۲۳)
 (کیا تو نے اس کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے)۔

(۱) مسند احمد: حدیث أبي ذر الغفاری۔ ۲۱۶۲۸

محبت الہی

دین و دنیا کی سب سے بڑی دولت محبت اور پیار ہے، خاص کروه
محبت اور پیار جو خدا کو اپنے بندہ کے ساتھ ہو، اس محبت اور پیار کا ذکر تو
سب جگہ پایا جاتا ہے، لیکن اس کے حصول کا ذریعہ کیا ہو اس کا جواب
قرآن نے دیا ہے:

﴿فُلِّ إِنْ كُنْتُمْ تُحْبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُخْبِئُكُمُ اللَّهُ﴾

(آل عمران: ۳۱)

(کہہ دو اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خدام تم
سے محبت کرے گا)۔

اس لیے آنحضرت ﷺ کی تعلیمات، ارشادات، احکام، اخلاق و
اعمال کی پیروی محبت الہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، اور قرآن مجید نے
خاص طور سے ان اعلیٰ صفات کی نشاندہی بھی کروی ہے جو محبت الہی کو اپنی
طرف پہنچتی ہیں، ایمان، احسان، توبہ، توکل، انصاف، تقویٰ، صبر،
پاکیزگی اور جہاد (ان میں سے ہر ایک کا ذکر آ رہا ہے) اور اسی طرح ان
صفتوں کو خوب وضاحت سے بیان کر دیا ہے جو انسان کو محبت الہی کے
فیضان سے محروم کرتی ہیں، کفر، بدگوئی، بدلہ لینے میں حد سے آگے بڑھ
جانا، فخر و غرور، شخصی، خیانت، ناشکری، فساد، اسراف، ظلم اور گناہ ان
صفات کا ذکر کر آگے آ رہا ہے۔

توبہ

یہ وہ فتنی تھنہ ہے جو انسان کے اندر زندگی و سرگرمی اور امید کی لبر پیدا کر دیتا ہے اور نامیدی کے بادل چھانت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور پیغمبروں کو اس واسطے بھیجا اور اپنی کتابیں اس لیے نازل فرمائیں کہ انسانوں کو اپنا برآ بھلا اور گناہ ثواب سب معلوم ہو جائے، تو جن لوگوں نے اللہ کے رسولوں، اس کی نازل کی ہوئی کتابوں کو نہیں مانا اور ایمان نہیں لائے اور خاص کر اس آخری زمانہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی لائی ہوئی خدا کی آخری کتاب قرآن مجید پر ایمان نہ لائے اور اس کی ہدایت کو تسلیم نہیں کیا وہ اللہ کی رضامندی اور مرنے کے بعد والی زندگی میں فلاح و نجات حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ کا اور اس کے نبیوں اور اس کی کتابوں کا انکار ایسا جرم نہیں جو قابل معافی ہو، ہر پیغمبر نے اپنے اپنے زمانہ میں اس بات کا صاف اعلان کیا ہے، بہر حال کفر اور شرک والوں کی نجات کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے شرک و کفر سے توبہ کریں اور ایمان و توحید کو اپنا شعار بنائیں، اس کے بغیر نجات ممکن نہیں لیکن جو لوگ رسولوں پر ایمان لے آئے ہیں اور ان کی ہدایت پر چلنے کا اقرار اور ارادہ کر لیتے ہیں وہ بھی بھی کبھی شیطان کے بہکانے سے یا اپنے نفس کی بُری خواہش سے گناہ کے کام کر بیٹھتے ہیں، ایسے سب گنگاروں کے لیے

اللہ نے توبہ و استغفار کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

توبہ و استغفار کا مطلب یہ ہے کہ جب بندے سے اللہ کی نافرمانی اور گناہ کا کوئی کام ہو جائے تو وہ اس پر نادم اور شرمندہ ہو اور آئندہ اس گناہ سے بچنے کا ارادہ کر لے اور اللہ سے اپنے کیے ہوئے گناہ کی معافی چاہے، ایسا کرنے سے اللہ اپنے بندے سے راضی ہو جاتا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ توبہ صرف زبان سے نہیں ہوتی بلکہ کیے ہوئے گناہ پر دل سے ندامت اور رنج و افسوس ہونا ضروری اور آئندہ پھر بھی اس گناہ کے نہ کرنے کا ارادہ بھی دل سے ہونا لازمی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا الظَّمَانُ أَمْنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تُوبَةً نَصْوَحَّا عَسَى رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُذْخِلَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ (التحريم: ۸)

(اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ سے پچی توبہ امید ہے کہ تمہارا مالک (اس توبہ کے بعد) منادے گا تمہارے گناہ اور داخل کروے گا تم کو جنت کے ان باخچوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں)۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہے:

جس کا ایک مکمل ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندوں تم رات دن خطائیں کرتے ہو اور میں سب گناہ معاف کر سکتا ہوں، لہذا تم مجھ سے معافی اور بخشش مانگو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ (۱)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

”گناہ سے توبہ کرنے والا بالکل اس آدمی کی طرح ہو جاتا ہے جس نے وہ گناہ کیا ہی نہ ہو۔“ (۲)

توبہ و استغفار کے متعلق قرآن و حدیث میں سیکڑوں ارشادات ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں۔

توکل

یہ حقیقت ہے کہ اس کارخانہ ہستی میں جو کچھ ہوتا ہے اور جس کو جو کچھ ملتا ہے یا نہیں ملتا ہے سب براہ راست اللہ تعالیٰ کے حکم و فیصلہ سے ہوتا ہے، اس حقیقت پر دل سے یقین کر کے اپنے تمام مقاصد اور کاموں میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد و بھروسہ کرنا، اس سے لوگ انہیں اس کی قدرت اور کرم پر نظر رکھنا تو کل کہلاتا ہے، ظاہری اسباب اور تداریف کا ترک کر دینا تو کل کے لیے لازم نہیں، حضرات انبیاء کرام اور خاص طور

(۱) مسلم کتاب البر والصلة والأداب، باب تحریم الظلم - ۶۵۷۲

(۲) سنن ابن ماجہ: باب ذکر التوبۃ، ابواب الزهد - ۴۲۵۰

سے رسول اکرم ﷺ اور ہر دور کے عاقفین کا طین اس کا رخاتیہستی کے اسبابی سلسلہ کو اللہ تعالیٰ کے امر و حکم کے ماتحت اور اس کی حکمت کا تقاضہ جانتے ہوئے عام حالات میں اسباب کا بھی استعمال کرتے تھے، لیکن دل کا اعتماد اور بھروسہ صرف اللہ ہی پر ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ﴾ (الزمر: ۳۸)

(کہہ دیجیے میرے لیے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسہ کرتے ہیں

بھروسہ کرنے والے)

﴿فَإِذَا أَغْرَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

الْمُتَوَكِّلِينَ﴾ (آل عمران: ۱۵۹)

(پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کیجیے، بے شک اللہ

بھروسہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے)

﴿وَسَعَ رَبُّنَا كُلُّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا﴾

(الاعراف: ۸۹)

(ہمارا رب ہر چیز کو اپنے علم سے گھیرے ہوئے ہے، اللہ ہی پر ہم

نے بھروسہ کیا ہے)

﴿وَمَا لَنَا أَلَا نَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبْلَنَا﴾

(ابراهیم: ۱۲)

(اور ہم اللہ پر بھروسہ کیوں نہ رکھیں جبکہ اسی نے ہمیں چمار اراستہ دکھایا ہے)

﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسِيبٌ﴾ (طلاق: ۳)

(اور جو بھروسہ کرے اللہ پر تو ہی اس کے لیے کافی ہے)
اس طرح توکل کی بیشمار آیات ہیں۔

اب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے، وہ وہ بندگانِ خدا ہوں گے جو منتر نہیں کرتے اور شگون بد نہیں لیتے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔ (۱)

حضرت عزؑ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نا آپ ارشاد فرماتے تھے اگر تم لوگ اللہ پر ایسا توکل اور اعتماد کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو اس طرح روزی دے جس طرح پرندوں کو دیتا، وہ صبح کو بھوکے اپنے آشیانوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرو اپس آتے ہیں۔ (۲)

(۱) البخاری؛ الرقاق، باب ومن يتوكلا على الله فهو حسيبہ۔ ۶۴۷۲

(۲) سنن الترمذی: کتاب الزهد، باب فی اتوکل علی اللہ۔ ۲۳۴۴

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! نہیں ہے کوئی چیز ایسی جو جنت سے تم کو قریب اور دوزخ سے تم کو دور کرے مگر اس کا حکم، میں تم کو دے چکا ہوں اور اسی طرح نہیں ہے کوئی چیز ایسی جو تم کو دوزخ سے قریب اور جنت سے دور کرے مگر میں تم کو اس سے منع کر چکا ہوں۔

”الروح الامین نے اور ایک روایت میں ہے کہ روح القدس نے دونوں سے مراد جبراً میل امین ہیں، ابھی میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی جاندار اس وقت تک نہیں مرتاجب تک اپنارزق پورانہ کرے، لہذا اے لوگو! خدا سے ڈرو اور تلاش رزق کے سلسلہ میں نیکی اور پرہیز گاری کا رویہ اختیار کرو اور روزی میں کچھ تاخیر ہو جانا تھیں اس پر امادہ نہ کر دے کہ تم اللہ کے نافرمانیوں اور ناجائز طریقوں سے اس کو حاصل کرنے کی فکر و کوشش کرنے لگو، کیونکہ جو کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے وہ اس کی فرمانبرداری اور طاعت گزاری ہی کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔“ (۱)

عدل و انصاف

جبات ہم کہیں یا جو کام کریں اس میں سچائی کا پڑا کسی طرف مجھکنے نہ پائے اور وہی بات کہی اور وہی کام کیا جائے جو سچائی کی کسوٹی یا پورا

(۱) شعب الایمان: باب الزهد و قصر الأمل - ۱۰۳۷۶

اترے، اس کو عدل کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف کی نسبت سب سے پہلے اپنی طرف کی اور اعلان کیا کہ اس کے سارے کام حق و صداقت اور عدل و انصاف پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ ساری کائنات عدل کے ساتھ تھا مگر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمٍ قَاتِلًا بِالْقِسْطِ﴾ (آل عمران: ۱۸)

(خدا نے گوئی دی کہ اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے، وہی خدا انصاف کو لے کر کھڑا ہے)۔

اور دوسری جگہ اسی طرح قرآن کہتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ (النحل: ۹۰)

(بے شکر اللہ انصاف و نیکی کا حکم دیتا ہے)۔

اور اس کے ساتھ برابری حکم بھی دیا گیا کہ عدل و انصاف ہر ایک کے ساتھ کرنا ہے اس کی ہرگز اجازت نہیں کہ عزیز و قریب، دوست و ساتھی، اور برابری والے کے ساتھ تو انصاف کیا جائے اور جب کسی

دوسرے کا معاملہ پڑ جائے تو انصاف پامال کر دیا جائے، دوست ہو یا دشمن، امیر ہو یا غریب، جانا پہچانا ہو یا جبکی، اونچے خاندان کا ہو یا نیچے،

ملکی ہو یا غیر ملکی، اپنا ہو یا پر ایا، سب انصاف میں برابر ہیں، اسلام کی بیہی

تعلیم ہے، یہی انصاف کا تفاضہ قرآن مجید میں ہے۔

﴿وَإِذَا قُلْتُمْ فَاغْدِلُواْ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى﴾

(الانعام: ١٥٢)

(اور گواہی دینی ہو یا فیصلہ کرنا پڑے، جب بات کہ تو گو (اپنا فریق مقدمہ) عزیز و قریب ہی (کیوں) ہو تو انصاف کرو)۔

﴿هُنَّا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَامِينَ لِلَّهِ شَهِداءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِي مِنْكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى الْأَنْعَدِلُواْ اَعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾ (المائدۃ: ٨)

(مسلمانو! خداوسطے انصاف کے ساتھ گواہی دینے کو آمادہ رہو اور لوگوں کی عداوت تم کو اس جرم (کے کرنے) کی باعث نہ ہو کہ (معاملات میں) انصاف نہ کرو (نہیں) ہر حال میں انصاف کرو کہ انصاف پر ہیزگاری سے قریب تر ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

قیامت کے دن جب کہ خدا کے سایہ کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا، سات شخصوں کو خدا اپنے سایہ میں لے گا جن میں ایک شخص انصاف والا امام (باڈشاہ یا خلیفہ) ہوگا۔ (۱)

(۱) البخاری: کتاب الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة۔

تقویٰ

تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے حسابِ جزا و سزا پر یقین رکھتے ہوئے اور اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے تمام مرے کاموں اور بُری باتوں سے بچا جائے اور اللہ کے حکموں پر چلا جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿بِمَا أَيْمَانُهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَتَقْوَى اللَّهَ حَقَّ تُقْبَلِهِ وَلَا تَمُونُ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُون﴾ (آل عمران: ۱۰۲)

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہیے اور (آخری دم تک اسی تقویٰ کے تحت اس کی فرمانبرداری کرتے رہو) یہاں تک کہ تم کو اسی فرمانبرداری کی حالت میں موت آئے)۔

﴿بِمَا أَيْمَانُهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَتَقْوَا اللَّهَ وَلَتَسْتَطُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَيْدٍ وَأَتَقْوَا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ (الحشر: ۱۸)

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو (تقویٰ اختیار کرو) اور ہر شخص کو چاہیے کہ وہ دیکھے اور غور کرے کہ اس نے کل کے لیے (یعنی آخرت کے لیے) کیا عمل کیے ہیں اور دیکھو اللہ سے ڈرتے رہو وہ تمہارے سب عملوں سے پوری طرح باخبر ہے)

اور قرآن مجید ہی ہم کو یہ بھی بتاتا ہے کہ تقویٰ و پہیزگاری اگر کسی

صاحب ایمان میں پیدا ہو جائے تو اس کی دنیا و آخرت دونوں سورجاتی ہے۔
 ﴿وَمَنْ يَتَّقِي اللَّهُ يَجْعَلُ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا
 يَحْتَسِبُ﴾ (الطلاق: ۳-۲)

(اور جو لوگ ڈریں اللہ سے (اور تقویٰ والی زندگی گزاریں) تو اللہ ان کے لیے مشکلات سے نکلنے کے راستے پیدا کرتا ہے اور ان کو ایسے طریقوں سے رزق دیتا ہے جس کا ان کو گمان بھی نہیں ہوتا)۔ عزت و شرافت اور برتری کا مدار بھی تقویٰ پر ہے۔

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْأَكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳)
 (تم میں سب سے زیادہ باعزت اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تقویٰ میں بڑا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 مجھ سے زیادہ قریب اور مجھے زیادہ پیارے وہی لوگ ہیں جن میں تقویٰ کی صفت ہے خواہ وہ کسی قوم وسل سے ہوں اور کسی بھی ملک میں رہتے ہوں۔ (۱)

صدق و سچائی

اخلاق کی فہرست میں صداقت و سچائی کو پہلا درجہ حاصل ہے،

(۱) مسند احمد: حدیث معاذ بن جبل - ۲۲۴۰۲

انسان کے ہر قول و عمل کے ٹھیک ہونے کی بنیاد یہ ہے کہ اس کا دل اور اس کی زبان باہم ایک دوسرے سے مطابق اور ہم آہنگ ہوں، اسی کا نام صدق و صحّیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ) (التوبہ: ۱۱۹)

(اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور پھوں کے ساتھ ہو۔)

اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ایمان والا جھوٹ جیسے گھناؤ نے کام میں کبھی بتلانہیں ہو سکتا، اور یہ برائی کسی کے اندر موجود ہوتا وہ نفاق کی نشانیوں میں سے ہے:

”ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا مسلمان نامرد ہو سکتا ہے؟ فرمایا: ہو سکتا ہے، پھر پوچھا: کیا بخیل ہو سکتا ہے؟ جواب دیا: ہو سکتا ہے، پھر دریافت کیا: کیا جھوٹا بھی ہو سکتا ہے؟ فرمایا: نہیں“۔ (۱)

”حضرت عبد اللہ بن عمرؓ و صحابی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس میں چار باتیں ہوں وہ پکا متفق ہے، اور جس میں ان میں سے ایک بات ہو تو اس میں نفاق کی ایک نشانی پائی جاتی ہے: جب

(۱) مؤطراً امام مالک: الكلام، باب فی الصدق والکلام - ۱۸۰۰

امانت اس کے سپرد کی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے جھوٹ بولے، جب کوئی عہد کرے تو پورانہ کرے اور جب جھگڑے تو حق کے خلاف کرے۔ (۱)

”ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 سچ بولنا نیکی کا راستہ بتاتا ہے اور نیکی جنت کو لے جاتی ہے، اور آدمی سچ بولتا جاتا ہے اور سچ بولتے بولتے وہ صدیق ہو جاتا ہے اور جھوٹ بدکاری کا راستہ بتاتا ہے اور بدکاری دوزخ کو لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا جاتا ہے یہاں تک جھوٹ بولتے بولتے وہ خدا کے یہاں جھوٹا لکھا جاتا ہے۔“ (۲)

قرآن مجید نے ایسے لوگوں کو ”صدیق“ کہا ہے کہ وہ دل سے جو کچھ مانتے ہیں عمل سے اس کی تقدیق اور زبان سے اس کا براہما اقرار اور یقین کی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اور قرآن میں یہ بھی ہے:
 ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّدِيقُونَ﴾
 (الحدید: ۱۹)

(اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں وہی صدیق ہیں)

(۱) البخاری: کتاب الایمان ، باب علامات المنافق - ۳۴

(۲) البخاری: الادب ، باب قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله... الخ

رسول اللہ ﷺ کی تعلیم نے سچائی کا بیان تفصیل اور وضاحت سے کیا ہے، زبان کی سچائی، دل کی سچائی اور عمل کی سچائی کو خوب اچھی طرح واضح کر دیا ہے، جب ان تینوں میں کوئی مسلمان کامل ہو تو مکمل سچا اور صادق مسلمان ہے، اللہ یہ سب کو نصیب فرمائے۔

سخاوت

سچائی کے بعد اسلام کی دوسری بنیادی اخلاقی تعلیم سخاوت ہے، سخاوت کے حقیقی معنی اپنے کسی حق کو خوشی کے ساتھ دوسرے کے حوالہ کر دینے کے ہیں اور اس کی بہت سی صورتیں ہیں، اپنا حق کسی کو معاف کرنا، اپنا بچا ہوا مال کسی دوسرے کو دینا، دوسرے کے لیے اپنے جسم کی قوت، دماغ کی قوت کو خرچ کرنا، اپنی آبرو کو خطرہ میں ڈال کر جان کا خطرہ مول لے کر دوسروں کو بچانے کے لیے یا حق کی حمایت میں جان دیے دینا، یہ سب سخاوت کی چھوٹی بڑی قسمیں ہیں، جن کے امتیاز کے لیے الگ الگ نام رکھ لیے گئے ہیں، قرآن مجید جن آیات سے شروع ہوتا ہے، ابتداء ہی میں الہ تقویٰ کی صفت خرچ کرنا بتایا گیا ہے:

﴿وَمَمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُون﴾ (آلہ بقرۃ: ۳)

(اور ہم نے ان کو جو روزی دی اس میں سے کچھ (خدا کی راہ میں)

خرچ کرتے ہیں)۔

ایک دوسری جگہ اس کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا يَبْيَعُ فِيهِ وَلَا خُلَةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمْ الظَّالِمُونَ﴾ (البقرة: ٢٥٣)

(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اس میں سے کچھ خرچ کرو جو ہم نے تم کو دیا ہے اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خریدنا، نہ دوستی، نہ سفارش ہے اور کافر ہی ہیں ظالم)۔

قیامت کے دن خدا کی رحمت جہنم سے چھکارا، نہ خرید و فروخت سے حاصل ہو سکتا ہے، نہ دوستی و محبت سے اور نہ سفارش و کوشش سے، کچھ اپنی روزی ہی میں سے جو خود تمہاری نہیں بلکہ اللہ کی دی ہوئی ہے، خرچ کر کے خدا کی رحمت اور دوستی کو خرید لو کہ اس دن یہی کام آنے والا ہے۔

سخاوت کے بارے میں قرآن مجید میں بہت آیات ہیں، سب کا جمع کرنا اس مختصر سے رسالہ میں ممکن نہیں، ایک دو حصہ شیع اللہ کے رسول ﷺ کی بھی سن لیجیے:

”رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی حضرت ابوذر غفاریؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوذر! مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس

احد پہاڑ کے برابر سونا ہوا درتیسرے دن تک اس میں سے ایک اشرفتی بھی میرے پاس رہ جائے مگر یہ کسی قرض کے ادا کرنے کے لیے رکھ چھوڑوں، میں کہوں گا کہ اس کو خدا کے بندوں میں ایسے ایسے دانہ بائیں، پیچھے بانٹ دو، پھر فرمایا: ہاں، جن کے پاس یہاں زیادہ ہے انہیں کے پاس قیامت کے دن کم ہو گا، لیکن یہ کہ وہ کہے کہ ایسے ایسے دائیں، بائیں، پیچھے بانٹ دو۔ (۱)

”ایک حدیث میں ہے، فرمایا: اے آدم کے بیٹے تیرا دینا تیرے لیے بہتر اور تیرا کھچھوڑنا تیرے لیے نہ اے۔“ (۲)

عفت و پاکبازی

عفت و پاکبازی ان ساری اخلاقی خوبیوں کی جان ہے جن کا گاؤ و عزت و آبرو سے ہے۔ یہ مسلمانوں کے چہرہ کا نور اور ان کی امتیازی علمتوں میں سے ہے اور جہاں جہاں الہ ایمان کے اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے اس میں بطور خاص عفت و پاکبازی کو بھی شامل کیا گیا ہے، ایک جگہ کہا گیا:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ﴾ (المعارج: ۲۹)

(۱) البخاری: کتاب الاستقراض والديون، باب أداء الديون - ۲۳۸۸

(۲) مسلم: کتاب الزکوة، باب بيان ان اليد العليا خير من اليد السفلة

(اور جو اپنی شہوت کی جگہ کی حفاظت کرتے ہیں)۔

جن مسلمانوں کے لیے خدا نے بخشش اور بڑی مزدوری کا وعدہ کیا ہے ان میں پاکدامنی و پاکبازی بھی ہیں:

﴿وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ﴾ (الاحزاب: ۳۵)

(اور اپنی شرم گاہوں کی پاسبانی کرنے والے مرد اور پاسبانی کرنے والی عورتیں)۔

ای لیے ان تمام اسباب کو ناجائز قرار دیا گیا جو بدکاری کی دعوت دیتے ہوں مثلاً مرد کا غیر عورت کو گھور کر دیکھنا حرام ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا:

کسی غیر محرم پر اتفاقاً نظر پڑ جائے تو پہلی نظر تو بلا ارادہ ہونے کے سبب معاف ہے مگر دوسرا مرتبہ اس پر نظر ڈالنا روانہ نہیں۔ (۱)

آپ ﷺ کی بیوی حضرت عائشہؓ کی بہن حضرت اسماءؓ ایک دفعہ باریک کپڑوں میں سامنے آئیں تو آپ ﷺ فرمایا:

اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو چہرہ اور ہتھیلوں کے سوا اس کے جسم کا کوئی حصہ دیکھنا جائز نہیں۔ (۲)

(۱) الترمذی: ابواب الأدب، باب فی نظر الفجاءة - ۲۷۷۷

(۲) ابو داؤد: اللباس، باب فیما تبدی المرأة من زینتها - ۶۱۰

آپ ﷺ نے یہ بھی تاکید فرمائی کہ کوئی مرد کسی غیر عورت کے گھر
اس کے شوہر کی غیر موجودگی میں اکیلانہ جائے۔ (۱)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جواپی شر مگاہ اور زبان کی حفاظت کی
ضمانت لے لے، میں اس کے لیے جنت کا خاص من ہوں۔ (۲)

امانت و دیانتداری

آپسی لین دین، عہد کی پابندی اور معاملات میں جو چیز بنیادی
حیثیت رکھتی ہے وہ امانت داری ہے، رسول اللہ ﷺ کو بھی قرآن مجید
میں ”امانت دار“ کا لقب دیا گیا ہے، اور اپنی دیانت و امانت کی وجہ سے
آپ ﷺ کے معاشرہ میں امانت دار کے نام سے مشہور تھے:

﴿إِنَّمَا لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ﴾ (الشعراء: ۱۰۷)

(میں تمہارے لیے امانت دار قاصد ہوں)، آنحضرت ﷺ نے
فرمایا: ”جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں“۔ (۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے ہر خطبہ میں یہ ضرور فرمایا
کرتے تھے: ”جس میں عہد نہیں اس میں دین نہیں“، (۴)

(۱) مسلم: کتاب السلام، باب تحریم الخلوة بالاحنیۃ والدخول عليها

(۲) البخاری: کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان - ۶۴۷۴

(۳) مسند احمد: ۱۲۴۱۰ (۴) مسند احمد: ۱۲۴۱۰

شرم و حیا

یہ انسان کا ایسا وصف ہے جس سے انسان بہت سی برا گیوں سے بچا رہتا ہے اور بہت سی خوبیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ خدا سب سے غیرت مند ہے اس لیے اس نے بد کار گیوں کو حرام کیا ہے۔ (۱)

اور خود جناب رسول اللہ ﷺ پر وہ نشین کنواری لڑکی سے زیادہ شرم میلے تھے۔ (۲)

حضرت عائشہؓ جو آپ ﷺ کی چیتی بیوی تھیں فرماتی ہیں کہ نہ تو آپ ﷺ نے میری شرمگاہ کو دیکھا اور نہ میں نے آپ ﷺ کی شرمگاہ کو دیکھا۔ (۳)

اور حیا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد تھا: ”شرم و حیا سے صرف بھلانگی تھی پہنچتی ہے۔“ (۴)

آپ ﷺ کی تاکید یہاں تک تھی کہ تھائی میں بھی کسی مسلمان کو مرہنہ نہیں رہنا چاہیے کیونکہ فرشتہ ہمہ وقت ساتھ رہتے ہیں ان سے

(۱) البخاری: التفسیر، باب ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن

(۲) البخاری: كتاب الأدب، باب الحياة - ۴۱۹

(۳) تحریج الاحادیث والآثار الواقعۃ فی تفسیر الكشاف، الاعراف

(۴) البخاری: كتاب الأدب، باب الحياة - ۶۱۱۷

شرم کرنی چاہیے، وہ صرف بول و برآز اور مبادرت کے وقت الگ ہو جاتے ہیں۔ (۱)

رحم

رحم انسان کا ایسا وصف ہے اگر کوئی انسان اس وصف سے محروم ہوتا تو وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا بلکہ سنگ دل جانوروں میں شمار ہونے کے لائق ہے، اسلام نے رحم کی جتنی قدر افزاں کی ہے اور جس تفصیل سے اس کی تعلیم دی ہے شاید کوئی دوسرا اس کا ہمسرنہ ہو، اللہ تعالیٰ کے خاص ناموں میں سے اللہ کے بعد جو نام سب سے زیادہ اہم اور عام ہے وہ "رحم" ہے یعنی بذریعہ رحم والا، اس کے ساتھ دوسرانام "رجیم" آتا ہے یعنی رحم سے بھرا ہوا، اور ہر مسلمان کو حکم ہے کہ جب وہ کوئی اچھا کام شروع کرے تو پہلے رحم رحیم خدا کا نام لے، اور قرآن مجید کی ہر سورت کی ابتداء "بسم اللہ الرحمن الرحيم" (میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بذریعہ رحم اور نہایت رحم والا ہے) سے ہوئی ہے، مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ دعاوں میں کہیں: "أنت خير الراحمين" (تو رحم کرنے والوں میں سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے)۔
اللہ کے رسول ﷺ کو قرآن مجید میں رحیم کہا گیا ہے:

(۱) الترمذی: ابواب الادب، باب ماجاهہ فی الاستیار عند الحماع

حَرِيْصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَوْفٌ رَّحِيمٌ (التوبۃ: ۱۲۸)
 (تمہاری (بھلائی) کے حریص ہیں، ایمان والوں کے حق میں تو
 بڑے ہی مشق ہیں مہربان ہیں)

بلکہ جو آپ ﷺ کی محبت میں اٹھے بیٹھے ان میں بھی یہ وصف
 پوری طرح پیدا ہو گیا:

﴿وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً﴾

(الحدید: ۲۷)

(اور جو آپ کے پیرو ہوئے، ان کے دلوں میں ہم نے نرمی اور رحم
 ڈال دیا)۔

رحم کا دائرہ انسانوں تک محدود نہیں بلکہ جانوروں کے ساتھ بھی رحم
 کی تعلیم دی گئی ہے، اسی لیے جانوروں کے آپس میں لڑانے کے تفریجی
 مشغله کو ناجائز قرار دیا گیا۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کو بیان کرنے کے لیے ایک شخص کو مخاطب
 کرتے ہوئے جو اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ لایا اور اس کو پیشہ با تھا فرمایا:
 ”کیا تم اس پر بھی رحم کرتے ہو؟ اس نے کہا: نہ۔ ارشاد ہوا: ”اللہ
 تم پر اس سے زیادہ رحم کرنے والا ہے جس قدر تم اس پر بچہ پر رحم کرتے ہو اور

(۱) أبو داؤد: باب فی التحریش بین البهائم - ۲۵۶۲

وَسَبِّرْ حَمْ كَرْنَے والوں سے زیادہ حَمْ كَرْنَے والا ہے۔“ (۱)

”أَرْحَمُوا مِنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مِنْ فِي السَّمَاوَاتِ“ (۲)

(تم رحم کروز میں والوں پر تم پر آساناً والارحم کرے گا)۔

احسان

دوسرے کے ساتھ ایسا سلوک کرنا جس سے اس کا دل خوش ہوا ور
اس کو آرام پہنچ، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى﴾

(النحل: ۹۰)

(اللہ تعالیٰ انصاف اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کا اور اہل

قرابت کو دینے کا حکم دیتا ہے)

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود خداۓ تعالیٰ سب سے بڑا حسن ہے،

کیونکہ اس نے ہر ہر انسان پر بے شمار نعمتیں اتنا ری ہیں اور ہر جنوق اس
کے احسان سے دبی ہوئی ہے، اس کو قرآن مجید میں یوں کہا گیا:

﴿وَآتَكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعْدُوا نِعْمَتَ اللَّهِ

لَا تُحْصُو هَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾ (ابراهیم: ۳۲)

(۱) الادب المفرد: حسن العقل، باب رحمة العيال - ۳۷۷

(۲) الترمذی: ابواب البر والصلة، باب فی رحمة الناس - ۱۹۲۴

(اور اگر اللہ کے احسان گنو تو ان کو پورا نہ گن سکو گے بے شک انسان بے انصاف نا شکر ہے)۔

اس لیے اب یہ بات اور اہم ہو جاتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا تو ہم اس کی اور دوسری مخلوقات کے ساتھ بھی احسان کریں اور اس میں کوتا ہی نہ کریں، اگر کسی پریشان حال کو دیکھیں تو اس کی مدد کریں، اس کا ہاتھ بٹائیں، اس کا غم غلط کریں، اور اگر مالی اعانت کی ضرورت ہو تو اس میں در لغ نہ کریں۔

حضرت براء بن عازب صحابی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بدلوی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسی بات بتائیے جس کے کرنے سے جنت نصیب ہو۔ ارشاد ہوا: تمہاری تقریر تو مختصر ہے لیکن سوال بہت بڑا ہے تم جانوں کو آزاد کرو اور گردنوں کو چھڑاؤ۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ دونوں باتیں ایک ہی نہیں؟ فرمایا: نہیں، اسکیلے اگر کسی کو آزاد کرتے ہو تو یہ جان کا آزاد کرنا ہے اور دوسرے کے ساتھ شریک ہو کر کسی کی آزادی کی قیمت میں مالی مدد دینا اگر دن چھڑا نا ہے، اور لگتا ردیتے رہا اور ظالم رشتہ دار کے ساتھ نیکی کرو اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو اپنے آپ کو بھلانی کے سوا اور باتوں سے روکو۔ (۱)

عفو و درگزد

عفو و درگزد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی صفت ہے، اگر دنیا میں عفو و درگزد چھوڑ دیا جائے تو یہ بھری پُردی دنیا دو دن میں ویرانہ میں تبدیل ہو جائے، قرآن مجید میں ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبِلُ التُّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَغْفُرُ عَنِ السَّيِّئَاتِ﴾ (الشوری: ۲۵)

(وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور برا سیوں کو معاف کرتا ہے)

قرآن مجید کی یہ آیت بتاتی ہے کہ جو لوگ اپنے بھائیوں کی غلطیوں سے درگزد کرتے ہیں اور قصوروں کو معاف کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو معاف کرتا ہے:

﴿وَلَيَغْفُرَا وَلَيُصْفَحُوا إِلَّا تُبْجِبُونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ﴾

(النور: ۲۲)

(اور چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزد کر دیں کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا تم کو معاف کرے اور اللہ معاف کرنے والا اور حرم کرنے والا ہے)۔ اور ایک جگہ اہل ایمان کی یہ صفت بیان کی گئی ہے:

﴿وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ﴾ (الشوری: ۳)

(اور جب غصہ آئے تو وہ معاف کرتے ہیں)

دوسری جگہ ہے:

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنْ ذَلِكَ لِمَنْ عَزَّمُ الْأُمُورِ﴾

(الشوری: ۳۳)

(البنت جو صبر کرے اور (دوسرے کی خطا) بخش دے تو بے شک یہ

بڑی ہمت کا کام ہے)

اور ارشاد نبوی ہے:

”اوَاللَّهُ أَنْشَطْتُ مَنْ كَيْفَيْتُ بِهِ بِرَحْمَاتِهِ هُوَ جَوَافِدُ الْعَذَابِ“ (۱)

حلمن و برداری کے معنی بھی یہی ہیں کہ انتقام کی قدرت کے باوجود

کسی ناگوار اشتغال انگیز بات کو برداشت کر لیا جائے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پہلوان وہ نہیں ہے جو لوگوں کو کشتی میں پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ

ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (۲)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار

(۱) مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع - ۶۵۹۲

(۲) البخاری: کتاب الادب، باب الحذر من الغضب - ۶۱۱۴

ہیں، میں ان سے ملتا ہوں، وہ اعراض کرتے ہیں، میں بھلائی کرتا ہوں، وہ برائی کرتے ہیں، وہ میرے ساتھ جہالت کرتے ہیں، میں تحمل و برداشتی سے کام لیتا ہوں، آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: اگر یہ ایسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو تو تم ان کے منہ میں گرم را کھبھرتے ہو، اور جب تک اس حالت پر قائم رہو گے خدا کی طرف سے تمہاری مدد ہوتی رہے گی۔ (۱)

اسی کے ساتھ زمی کا برداشت کرنے کا بھی حکم ہے، اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے:

﴿فَيَمَا رَحْمَةً مِنَ اللَّهِ لِئَلَّا هُمْ وَلُؤْلُؤَ كُنْتَ فَظَانَ غَلِيلٌ
الْقَلْبُ لَا نَفَضُوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ (آل عمران: ۱۵۹)

(تو اللہ کی رحمت کے سبب سے تم ان کے لیے زمدل ہوئے اور اگر تم مزاج کے اگھڑا اور دل کے سخت ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے تتر بترا رہ جاتے)۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جوزی سے محروم رہا وہ بھلائی سے محروم رہا۔ (۲)

اور فرمایا:

تین خصلتیں جس شخص کے اندر ہوں گی خدا اپنے سایہ کو اس پر

(۱) مسلم: البر والصلة، باب صلة الرحم وتحرير قطعتها - ۶۵۲۵

(۲) مسلم: البر والصلة، بباب فضل الرفق - ۶۶۰

پھیلائے گا اور اس کو جنت میں داخل کرے گا، کمزور کے ساتھ نہی کرنا،
ماں باپ پر محرومی کرنا اور غلام پر احسان کرنا۔ (۱)

نرم و نرم خوبی کے ساتھ تواضع و خاکساری کی بھی تعلیم دی اور اللہ
کے رسول ﷺ نے فرمایا:

جو شخص خدا کے لیے خاکساری کرتا ہے خدا اس کو بیٹنڈ کرتا ہے۔ (۲)
حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت قرآن مجید نے ذکر کی ہے،
ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَا تُصْعِرْ خَدْكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْسِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا
إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ وَالْفَصِدْلِ فِي مَشِيكَ
وَأَغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ﴾

(لقمان: ۱۹-۱۸)

(اور لوگوں سے بے رخی نہ کر اور زمین پر اتر اکرنہ چل کیونکہ اللہ
تعالیٰ اترانے والے شخی بگھارنے والے کو پسند نہیں کرتا اور اپنی رفتار
میں میانہ روی اختیار کر اور (کسی سے بات کرے) تو ہولے سے بول
(کیونکہ بیری سے بیری آواز گدھوں کی آواز ہے)۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(۱) الترمذی: ابواب صفة القيامة، باب فيه اربعة احادیث - ۲۴۹۴

(۲) مسلم كتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع - ۶۰۹۲

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی تبھی کہ خاکساری اختیار کروتا کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور کوئی کسی کے مقابل میں فخر نہ کرے (۱)

خوش کلامی

تعلقات کو خوشگوار بنانے اور میل جوں پیدا کرنے میں سلام کرنے و شکریہ ادا کرنے، اچھی دعائیں دینے، حال خیریت پوچھنے اور ایک دوسرے کا پاس و لحاظ رکھنے کو بڑا ادخل ہے، قرآن کریم کا فرمان ہے:

﴿وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُولُوا اَتَيْ هِيَ أَخْسَنُ﴾

(بنی اسرائیل: ۵۳)

(اور (اے پیغمبر) میرے بندوں سے کہہ دے کہ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو۔)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ اور روز جزا پر یقین رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ اچھی بات بولے ورنہ چپ رہے۔ (۲)

بھادری و حق گوئی

شجاعت و مردانگی اور قوت و طاقت فی نفسہ کوئی بُری چیز نہیں، اگر ان کا صحیح استعمال کیا جائے تو رحمت والاصاف کا بڑا ذریعہ بن سکتی ہے، حق

(۱) مسلم کتاب الحنة و صفة نعيمها، باب الصفات التي يعرف بها في ..

(۲) البخاري: الادب، باب من كان يقول بالله فلا يقول جاره

و صداقت کی مدد اور ظلم و بربریت کو مٹانے کا ایک موثر ذریعہ ہو سکتی ہے۔ ان مسلمانوں کی جو شخصیتوں اور مصیبتوں کا بہادرانہ مقابلہ کریں اور لڑائیوں میں داد مرد اگلی دیں، اللہ تعالیٰ تعریف فرماتا ہے:

﴿وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضُّرَاءِ وَجِئْنَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ (آل بقرة: ۱۷۷)

(اور جوختی اور تکلیف اور لڑائی کے وقت ثابت قدم رہیں وہی لوگ ہیں جو سچے ہوئے اور متقدم ہیں)۔

اسی بہادری کی ایک قسم حق گوئی ہے اور حق گوئی کا اظہار اس وقت سب سے زیادہ لاک قدر تعریف ہو جاتا ہے جب مادی طاقت کے لحاظ سے حق کمزور اور باطل طاقت ور ہو، کیونکہ ظلم پیشہ حکام اور بادشاہ کے سامنے حق گوئی بہت مشکل کام ہے، اسی لیے بہترین جہاد خالم بادشاہ کے سامنے انصاف کی بات کہنے کو قرار دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق بات کہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

جن اخلاقی اوصاف و کمالات کی نشاندہی کی گئی اگر ان اوصاف کا کچھ پرتو بھی انسان پر پڑ جائے تو انسان انسان بن جائے اور وہ حیوانیت اور درندگی جو اس زمانہ کے انسان کا خاصہ بنتی جا رہی ہے ختم ہو جائے، عدل و انصاف اور رحمت کے ایسے جانفزاں اور روح پرور جھوٹکے آئیں کہ ساری انسانیت کی کھیتی اہلہا اٹھے۔

غیر اسلامی اخلاق

اسلام نے معاشرہ کو ہر قسم کی پریشانی سے بچانے اور بمحضن سے دور رکھنے کے لیے اسی تمام باتوں کو ناجائز و حرام قرار دیا ہے جو سوسائٹی کی ابتری اور معاشرہ کے بگاڑ کا ذریعہ بنتی ہیں، چاہے ان کا تعلق گھر والوں اور محلہ والوں سے ہو اور چاہے دفتر کے ملازمین اور تجارت پیشہ لوگوں سے، اور خواہ ان کامیڈی ان محلہ کی شگ و تریک کو ٹھریاں ہوں یا شہر کے پُر رونق بازار، خواہ ٹکر کوں کی میزیں ہوں یا پکھریوں کے ہال، ہر جگہ اور ہر موقع پر اسلام کا بے لائگ قانون جاری رہے گا اور ہر وقت اپنا فریضہ ادا کرتا رہے گا۔

جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی قسمیں کھانا، خیانت کرنا، وعدہ خلافی کرنا، خداری و دعا بازی کرنا، کسی پر غلط اذرا مل گانا، چغلی کھانا، غیبت و بد گوئی کرنا، بد گمانی کرنا، بے جا چاپلوسی و خوشامد کرنا، حد سے زیادہ مال کی

محبت ہونا، ناپ و تول میں کمی کرنا، رشوت لینا، سود خوری میں بھتلا ہونا، شراب نوشی کرنا، ظلم و زیادتی کرنا، اپنے آگے کسی کو کچھ نہ سمجھنا، فضول خرچی کرنا، حسد و بغضہ کرنا، بد کلامی و نخش گوئی کرنا غرض ایسے وہ تمام کام جو سوسائٹی میں بگاڑ پیدا کرنے اور دل کو خراب کرنے اور معاشرہ میں فساد پھیلانے کا ذریعہ ہیں اسلام کی نظر میں ناقابل قبول بلکہ ناجائز و حرام ہیں، اسلامی تعلیمات سے ان کا کوئی واسطہ نہیں، اللہ کی کتاب قرآن میں ان کے متعلق جا بجا ارشادات ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کے بارے میں الگ الگ مکمل اور واضح ہدایات دی ہیں۔

جهوٹ اور خیانت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَادِبٌ كَفَّارٌ﴾ (ال Zimmerman: ۳)

(بے شک اللہ اس کو راہ نہیں دکھاتا جو جھوٹا ہے)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَرَسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (الانفال: ۲۷)

(اے ایمان والو! اللہ و رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اس کی

امانتوں میں جان کر بد دیانتی کرو)

﴿إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْتَحْلِمًا﴾ (بنی اسرائیل: ۳۲)

(بے شک وعدہ کی باز پس ہوگی)۔

رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ کی ایک قسم کے بارے میں یوں ارشاد

فرمایا:

“كَفِي بِالْمَرْءِ كَلِبَاً أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ” (۱)

(آدمی کو یہ جھوٹ بس ہے کہ جو سنے وہ کہتا پھرے)۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ منافق کی نشانی تین

ہیں: ۱- جب بات کرے تو جھوٹ بولے ۲- جب وعدہ کرے تو اس

کے خلاف کرے ۳- جب امانت دار بنایا جائے تو اس میں خیانت

کرے: اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور سمجھتا ہو کہ وہ مسلمان

ہے۔ (۲)

ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے چھے باتوں کا ذمہ لے لو

میں تمہارے لیے جنت کا ذمہ لیتا ہوں: جب بات کرو تو حق بولو، جب

وعدہ کرو تو پورا کرو، جب امین بنو تو خیانت نہ کرو، اپنی شرمگا ہوں کی

حافظت کرو، اپنی نگاہوں کو پنجی رکھو، اور اپنے ہاتھوں کو رو کر رکھو۔ (۳)

(۱) مسلم: مقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع-۷

(۲) مسنند احمد: مسنند أبي هريرة- ۹۱۴۷

(۳) مسنند احمد: حديث عبادة بن صالح- ۲۳۱۳۷

بہتان کے بارے میں قرآن اعلان کرتا ہے:

﴿وَمَن يَكْسِبْ خَطِيئَةً أُو إِثْمًا فَمَّا يَرْمِ يَهْ بِرِيشَا فَقَدْ
اَحْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾ (النساء: ۱۱۲)

(اور جو کوئی خطایا گناہ کرے پھر وہ اس کی تہمت کسی بے گناہ پر
وھرے اس نے بہتان اور کھلا گناہ (اپنے سر) لادا)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جو کوئی اپنے غلام پر تہمت لگائے گا حالانکہ وہ بے گناہ ہو (یعنی اس
نے وہ جرم نہیں کیا تھا) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس مالک کی پیٹھ پر
کوڑے مارے گا۔ (۱)

چغل خوری

چغل خوری؛ کسی کو ذلیل کرنے کے لیے افواہ بازی کی قرآن مجید
میں سخت مذمت ہے اور اسی کے ساتھ ہر چیز پر کان وھرنے اور بغیر
جائچے پر کھے ہربات مان لینے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ
تُصِيبُوا أَقْوَمَا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾

(الحجرات: ۶)

(۱) البخاری: کتاب الحدود، باب قذف العبيد۔ ۶۸۰۸

(اے ایمان والو! اگر کوئی گنہگار تمارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کرو کہ کبھیں کسی قوم پر نادانی سے جانہ پڑو، پھر اپنے کیے پر پچھتا نہ لگو)۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں بتاؤں کہ سب سے بُرے لوگ کون ہیں، پھر خود ہی فرمایا جو چغلیاں کھاتے پھرتے ہیں اور دوستوں کے آپس کے تعلقات خراب کرتے ہیں۔ (۱)

﴿إِذْ تَلْقَوْنَهُ بِالْسَّيْئَكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسِبُونَهُ هَيْئَا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ﴾ (النور: ۱۵)
 (جب تم لگے اپنی زبانوں سے اس کی نقل درنقل کرنے اور اپنے منہ سے ایسی باتیں کہنے لگے جس کی تم کو مطلق خبر نہیں اور تم نے اس کو ایسی ہلکی بات سمجھا حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی (سخت بات) ہے)۔

غیبت و عیب جوئی

غیبت و عیب جوئی، بد ظرفی و بد اخلاقی سے سختی سے روکا گیا کیونکہ جس معاشرہ میں عیوب پیدا ہوتے ہیں وہ معاشرہ سدھار اور خوشگوار ماحول سے کٹ جاتا ہے، ناخواشگواری اور باہمی رنجشوں کا ایسا ماحول تیار ہو جاتا ہے جو ہر فرد کو ایک نہ ختم ہونے والے عذاب میں مبتلا کر دیتا

(۱) مسند احمد : حدیث اسماء بنت یزید - ۲۸۱۵۳

ہے، قرآن مجید نے مجھی طور پر ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخِرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُونْنَ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَاهِزُوا بِالْأَلْقَابِ بِشَسَ الْإِسْمِ الْفُسُوقَ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتَبَعَ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ☆ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَبِيُوا كَثِيرًا مِّنَ الظُّنُنِ إِنَّ بَعْضَ الظُّنُنِ إِنْمِمْ وَلَا تَجْسِسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا إِيْحَبْ أَخْدُوكُمْ أَنْ يَا كُلَّ لَحْمَ أَخْيَهُ مِنْهَا فَكِرْ هَتْمُوْهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابُ رَحِيمٌ) (الحجرات: ۱۱-۱۲)

(مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تشریونہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتیں سے (تشریونہ کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے (مومن بھائی) کو عیوب نہ لگا وہ اور نہ ایک دوسرے کا رہا نام رکھو، ایمان لانے کے بعد رہا نام (رکھنا) گناہ ہے اور جو توہینہ کریں وہ ظالم ہیں، اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو) اور اللہ کا ذر رکھو پیشک اللہ تو بے قبول کرنے والا مہربان ہے۔)

چاپلوسی

ای طرح اسلام بے جاخوشامد و چاپلوسی کو بھی ناپسند کرتا ہے کیونکہ بے جاخوشامد اور تعریف سے آدمی کے اندر غرور پیدا ہو جاتا ہے، نفس مونا ہو جاتا ہے اور اپنے عیب و ہنر پر نظر ڈالنے والی آنکھ کی روشنی ختم ہو جاتی ہے، قرآن مجید میں ایسے خود پسند یہودیوں اور خوشامد پسند منافقین کے بارے میں کہا گیا ہے:

﴿لَا تَحْسِنَ الَّذِينَ يَفْرَخُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعُلُوا فَلَا تَحْسِنُهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (آل عمران: ۱۸۸)

(جو لوگ اپنے (ناپسند) کاموں سے خوش ہوتے ہیں اور (پسندیدہ کام) جو کرتے نہیں ان کے لیے چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے ان کی نسبت خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے فوج جائیں گے، اور انہیں دروٹاک عذاب ہوگا)۔

حد سے زیادہ مال کی محبت

اسلامی تعلیمات حد سے زیادہ مال سے محبت کی نہ ملت اور خرچ نہ کرنے کی براکی سے بھری ہوئی ہیں اور قرآن مجید کی آیتوں کی اتنی بڑی

تعداد اس سلسلہ میں وار و ہوئی ہیں کہ جن کا شمار کرنا مشکل ہے، اسی طرح پیغمبر اسلام ﷺ کے اقوال میں اس قدر کثرت سے اس بُری عادت پر اظہار ناپسندیدگی کیا گیا جن کو جمع کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے، اور خود حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کے جن اوصاف کو یاد دلا لایا اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، حضرت خدیجہؓ نے مخاطب کرتے ہوئے یوں عرض کیا: ”یا رسول اللہ! آپ قرابت والوں کا حق اور مقرضوں کا قرض ادا کرتے ہیں، غریبوں کو سرمایہ دیتے ہیں، مہمانوں کو کھلاتے ہیں اور حق کے مصیبت زدؤں کی مدد کرتے ہیں۔“ (۱)

سورہ مدثر جو آغاز نبوت کی سورتوں میں سے ہے اُنہیں دوزخیوں کے سوال و جواب کا ایک مکالمہ ہے: ان سے جب پوچھا جائے کام تم دوزخ میں کیوں ڈالے گئے؟ تو کہیں گے! ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، مخالفوں کے ساتھ مل کر ہم دین حق پر اعتراض کیا کرتے تھے اور سب اس لیے تھا کہ ہم اپنے عمل کی جزا اور سزا کے دن پر یقین نہیں رکھتے تھے:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ☆ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلَّيْنَ☆
وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ☆ وَكُنَّا نُخُوضُ مَعَ الْخَالِصِيْنَ☆﴾

(۱) البخاری: باب کیف کان بدء الوحی۔ ۳

وَكُنَّا نَكْذِبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿الْمَدْثُر: ٣٢-٣٦﴾

(تم دوزخ میں کیوں پڑے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور نہ فقیروں کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور اہل باطل کے ساتھ مل کر (حق سے) انکار کرتے تھے۔ اور روزِ جزا کو جھلاتے تھے)۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿الَّذِي جَمَعَ مَا لَا يَعْدُدُهُ ثُمَّ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ

☆ كَلَّا لَيَبْدَأُنَّ فِي الْحُطْمَةِ ﴿الْهَمْزَة: ٢-٣﴾

(جس نے مال اکھٹا کیا اور اس کو گنا کیا، سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ رکھے گا، ہرگز یوں نہیں! وہ بالضرور دوزخ میں ڈالا جائے گا)۔

بخل

بخل آدمی نہ دنیا میں خوش رہتا ہے اور نہ آخرت ہی سنورتی ہے، دنیا میں سب کچھ ہونے کے بعد بھی نہ اچھا کھانا میر آتا ہے، نہ اچھا پہنچنا، نہ عزت، نہ آبرو، ہر ایک اس کے نام سے نفرت کرتا ہے اور فقراء اس کے لیے بد دعا، یہاں تک کہ بیوی بچے جن کے لیے وہ سب کچھ کرتا ہے وہ بھی اس سے خوش نہیں رہتے، خود چیمبر اسلام ﷺ اس سے پناہ مانگا کرتے تھے، آپ ﷺ کی دعاوں میں یہ دعا بھی تھی:

”خداوند! میں بخل، کسل مندی، کبرتی، قبر کے عذاب اور زندگی و موت کی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“ (۱)

اسی طرح لائج بے جا، حرص و طمع سے نفس کو بچانے کی بڑی تاکید ہے اور ایثار اور اپنے پر دوسروں کو ترجیح دینے کی بڑی ترغیب، ارشاد ہے:-
 ﴿وَيُؤْرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةً وَمَنْ يُوقَ شَحَ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (الحشر: ۹)
 (اپنے اوپر (اوروں کو) ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود ان کو ضرورت ہو، اور جو اپنے جی کو لائج سے بچالے گیا وہ کامیاب ہے)۔

ارشاد بیوی ﷺ ہے:-

”ایمان اور حرص ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔“ (۲)

ایک موقع پر ارشاد فرمایا:-

”حرص سے بچو، کیونکہ تم سے پہلی قومیں اسی حرص سے تباہ ہوئیں، اسی نے ان سے کہا تو انہوں نے رشتہ کے حق کو کاٹا، اسی نے کہا تو انہوں نے بخل کیا، اسی نے ان سے فتن و فجور کے لیے کہا تو انہوں نے فتن و فجور کیا۔“ (۳)

(۱) البخاری: التفسیر، باب قوله تعالى ومنكم من يرذالي ارذل العمر

(۲) مسنند احمد: حدیث أبي هريرة - ۸۴۶۰

(۳) مستدریک حاکم: كتاب الایمان - ۲۶

کئی صحابوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ”دو بھیڑیے جو بکریوں کے جھنڈ میں جھوڑ دیے جائیں وہ ان کو
 اتنا بر باد نہیں کرتے جتنی مال اور جاہ کی حرص انسان کے دین و ایمان کو
 بر باد کر دیتی ہے۔“ (۱)

بے ایمانی اور ناپ تول میں کہی

اس کائنات کے پیدا کرنے والے نے ہر شخص کے حقوق متعین
 کر دیے ہیں اور اس کی اپنی چیزوں میں اس کو تصرف کا حق دیا ہے، اب
 کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ بغیر اجازت وہ اس کی مملوکہ چیزوں
 میں تصرف کرے، اب اگر کوئی بے ایمانی سے چوری اور دھوکہ بازی سے
 زبردستی کسی کی ملکیت پر قبضہ جانا چاہتا ہے وہ دنیا کے پیدا کرنے والے
 اور چلانے والے کے نظام عدل کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے، اسی کو قرآن
 نے یوں کہا ہے:

﴿إِنَّمَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾
 (النساء: ۲۹)

(اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناقص طریقہ
 سے مت کھاؤ)۔

(۱) الترمذی: ابواب الرہد، باب ماذیان جائعان..... ۲۳۷۶۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”فریقین میں سے کوئی ایک زیادہ بات بنانے والا ہے اور وہ اپنے دعویٰ کو اچھے انداز سے پیان کرتا ہے اور میں اس کے حق میں فیصلہ دے دیتا ہوں اگر میں نے کوئی ایسی چیز دلادی جو اس کی نہیں تو وہ خود نہ لے کیونکہ میں نے اس کو آگ کا نکٹڑا دیا ہے۔“ (۱)

اگر کوئی شخص چب زبانی اور زبان کے جادو سے کسی کے حق پر قبضہ کر لیتا ہے اور اس کو اپنے تصرف میں لے آتا ہے تو یہ اس کے لیے کسی طرح جائز نہیں اگرچہ اس کو تصرف کی اجازت پر یہ کورٹ ہی سے کیوں نہ ملی ہو۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:

”ہم سے عہد کرو کہ تم شرک، چوری اور بدکاری نہ کرو گے (پھر آیت کریمہ پڑھی) جو کوئی یہ عہد پورا کرے گا تو اس کی مزدوری اللہ کے ذمہ ہے اور جوان میں سے کسی ایک کام رنگب ہوا اور اس کی سزا اس کو دے دی گئی تو اس گناہ کا کفارہ ہو گیا اور اگر کسی نے ایک کام رنگب کیا اور خدا نے اس کو چھپا دیا تو اس کا معاف کرنا اللہ کے ہاتھ میں ہے،

(۱) البخاری: کتاب الشهادات، باب من أقام البينة بعد اليدين - ۲۶۸۰

چاہے معاف کرے چاہے سزادے۔“ (۱)

قرآن مجید کا ناپ توں میں کمی کے بارے میں حکم ہوا:

﴿أُوفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ☆ وَزِنُوا
بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ☆ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَ هُنَّ وَلَا
تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾ (الشعراء: ۱۸۱ - ۱۸۳)

(اور پورا بھر دناب اور نہ ہونقصان دینے والے اور تو لو سیدھی ترازو سے اور مت گھٹا کر دلو لوگوں کو ان کی چیزیں اور مت پھر و ملک میں فساد پھیلاتے)۔

رشوت و سود خوری

اللہ کے رسول ﷺ نے رشوت اور سود دینے والے اور رشوت و سود لینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (۲)

رشوت، حق کو غلط طریقہ سے حاصل کرنے اور اس پر ناجائز تصرف کرنے کے لیے دی لی جاتی ہے جن سے قانون و شریعت کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں، اور پورے معاشرے میں افراتقری کی ایسی صورت حال پیدا ہوتی ہے جس میں مزید گھنا و نی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جس سے

(۱) البخاری: کتاب الایمان، باب ۱۸

(۲) ابو داؤد: کتاب القضاۓ، باب کراہیۃ الرشوة۔ ۳۵۸۰

سو سائی کا پورا ڈھانچہ کرم خورde لکڑی کی طرح زمین پر آ جاتا ہے۔
سود کی حرمت اور ممانعت قرآن مجید میں جامجاوار و ہوئی ہے اور کئی
جگہ اس کی بے برکتی اور نحوس ت بیان کی گئی ہے، سود انسانی معاشرہ کا ناسور
ہے، وہ غریبوں، بے کسوں اور ضرورتمندوں کے جسم کا ایک ایک قطرہ
چوں کر ان کو ایک لاش بے جان کر دیتا ہے اور سودی کا رو بار کرنے
والے مہاجنوں کو ظلم و جبر کا خوگر اور مجبوروں کی سکتی لاشوں سے سکھیل کا
عادی بنا دیتا ہے اسی لیے اللہ نے ایسے شخص کو اللہ اور رسول کا باغی اور دشمن
قرار دیا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا أَيُّهَا الظِّفَنَ آمَنُوا أَتَقْرُوا اللَّهُ وَذَرُوا مَا يَقْرَى مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾ فَإِنَّ لَمْ تَفْعَلُوا فَأَذْنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ﴾
(البقرة: ۲۸-۲۹)

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈر اور جو سود تمہارا باتی رہ گیا ہے اس کو
چھوڑ دو اگر تم واقعی مومن ہو اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اللہ اور اس کے
رسول سے جنگ کے لیے خبردار ہو جاؤ۔)

دوسری جگہ سود کی نحوس ت اور بے برکتی بیان کرتے ہوئے قرآن
کہتا ہے:

﴿بِمُحَقَّقِ اللَّهِ الرَّبِّيَا وَبِرِّيِ الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يَحْبِبُ

کل کفار ائمہ) (البقرة - ۲۷۶)
 (خدا سود کو مٹاتا اور صدقہ و خیرات کو بڑھاتا ہے اور خدا کسی نا
 شکر کے گنہگار کو پیار نہیں کرتا)۔

شراب نوشی

اسلام کی دور بین نگاہوں نے شراب کی ان مضرتوں اور نقصانات کو اس وقت دیکھ لیا جب کہ دنیا ان کو اب دیکھ پائی ہے، اس لیے اس نے اس کی حرمت کا اعلان اسی وقت کرو دیا تھا اور مسلمانوں نے بسرو چشم اس کو قبول بھی کیا تھا اور پرانے پرانے شراب نوشوں نے اس اسلامی حکم کے آگے سر جھکا دیا تھا، قرآن مجید نے ایمان والوں کو خاطب کرتے ہوئے اعلان کیا تھا:

﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مُنْعَمٌ
 عَمَلُ الشَّيْطَانِ فَاجْتَبَيْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (المائدۃ: ۹۰)

(اے ایمان والوں! شراب اور جو اور چیز ہاوے، بت اور پرانے گندے کام ہیں، شیطان کے ہیں، ان سے بچتے رہوتا کہ تم کامیاب ہو، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تمہارے آپس میں شراب اور جوئے سے دشمنی اور بیروڑاں دے اور تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے، پھر اب تم بازا آتے ہو)۔

فخر و غرور

انسان میں جب کوئی وصف یا کمال پایا جاتا ہے تو قدرتی طور پر اس کے دل میں اس کا خیال پیدا ہو جاتا ہے لیکن جب یہ اس قدر ترقی کر جاتا ہے کہ دوسروں کو جن میں یہ وصف نہیں ہے یا کم ہے، کو حقیر سمجھنے لگتا ہے تو اس کو تکبر کہتے ہیں۔

اکثر ویشنٹر یہی لوگ راہ حق میں رکاوٹ اور معاشرہ کی گراوٹ کا ذریعہ بنتے ہیں اور اپنی اس انسانیت و نفسانیت میں گرفتار ہو کر خدا کی راہ سے دور جا شہرتے ہیں، قرآن مجید کے لفظوں میں:

﴿وَبَرَزُوا إِلَهَ جَمِيعًا فَقَالَ الْمُضْعَفَاءِ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا

كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهُلُّ أَنْتُمْ مُفْتُونَ عَنَا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ﴾

(ابراهیم: ۲۱)

(اور) (قیامت کے دن) سب لوگ خدا کے رو برو نکل کھڑے ہوں گے، توجو لوگ (دنیا میں) کمزور تھے اس وقت ان لوگوں سے جو بڑی عزت رکھتے تھے کہیں گے کہ تم تو تمہارے قدم بقدم چلنے والے تھے تو کیا آج تم عذاب خدا میں سے کچھ (تحوڑاً سا) عذاب ہم پر سے ہٹا سکتے ہو)۔

﴿إِنَّهُ لَا يَحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ﴾ (النحل: ۲۳)

(اللَّهُ غَرِورٌ كَرِنَے والَّوْلُوں کو پسند نہیں کرتا)۔

﴿إِنَّمَا يُحِبُّ الْجَنَّةَ مَنْ يُؤْتَ إِلَيْهِ الْأَمْوَالَ﴾ (آل زمر: ۶۰)

(کیا جہنم میں تکبیر کرنے والوں کا مٹھکانا نہیں)۔

﴿وَلَا تُصْعِرْ خَدْكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً﴾

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ (لقمان: ۱۸)

(اور لوگوں سے بے رخی نہ کرو اور زمین میں اتر اکرنہ جل پیشک اللہ اس کو پیار نہیں کرتا جس کو محمد نہ ہو، جو بہت فخر کرنے والا ہو)۔

اسلام نے حسب و نسب، رنگ و نسل، حسن و جمال، دولت و قوت اور مدد کرنے والوں کی کثرت پر فخر و غرور کرنے کے سلسلہ میں قطعی طور پر ناپسندیدگی کا اعلان کیا ہے اگرچہ فخر و غرور کرنے والے لوگ ان ہی چیزوں پر فخر کرتے ہیں لیکن اسلام نے اس کا دوسرا معیار رکھا ہے جس کو اس آیت کریمہ میں واضح کیا گیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُورًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارِفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَاءُكُمْ﴾

(الحجرات: ۱۳)

(لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری ذاتیں اور برادریاں مٹھبرایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پیچان سکو، اللہ

کے نزدیک تم میں بڑا پرہیز گار ہے)۔

جہاں تک زیب و زیست اور جسم کی ظاہری آرائش اور پاکیزگی کا تعلق ہے حسن و جمال اور صفائی سترانی کو ایک قابل قدر چیز قرار دیا، چنانچہ ایک خوب رو شخص نے جب آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ مجھ کو یہ پسند ہے کہ میرا کپڑا اور میرا جوتا عمدہ ہو، تو فرمایا: خدا حسن کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ (۱)

البتہ جن صورتوں میں حسن و جمال غرور و تکبر کے اظہار کا ذریعہ بن جاتا ہے، اسلام نے ان کی ممانعت کی ہے۔

اس طرح اسلام نے ان تمام صورتوں پر پابندی لگادی ہے جس سے دوسروں کا دل دکھے یا ان کو شرمندگی اٹھانی پڑے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿بِمَا أَيْحَا اللَّهُنَّ أَمْنُوا لَا تُبْطِلُوا أَصْدَقَاتِكُمْ بِالْمَنْ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِتَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (آل عمران: ۲۶۳)

(مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور سائنس کو تکلیف دے کر اس شخص کی طرح اکارت من کرو جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روز آخرت پر یقین نہیں رکھتا)۔

(۱) الترمذی: ابواب البر والصلة، باب ما جاء في الكبر - ۱۹۹۹

صرف عزت و ناموری کے لیے خرچ کرنا ہم وقت اپنی تعریف کرنا
اور اپنے اعمال کو فخریہ اور نمایاں طور سے بیان کرنا، یہ وہ امراض ہیں جو
آپس میں ناپسندیدگی کی عام فضاء قائم کرتے ہیں اور عیب جوئی کا دروازہ
کھول دیتے ہیں، اسلام نے ایسے تمام چور دروازہ بند کر دیے ہیں، اور
مسلمانوں کو جا بجا اس کی تعلیم دی ہے کہ جو کام بھی کریں وہ تمام ذاتی
خواہشات اور مادی اغراض سے بالاتر ہو کر کریں، اور خدا کے یہاں
تعریف کے سختی بنیں۔

﴿فَلَا تُنْزِلُ كُوَا أَنْفَسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ الْقَىٰ بِهِ﴾ (النجم: ۳۲)
(تو (بہت) اپنی پا کیزگی نہ (جتایا) کرو پر ہیزگاروں کو وہی خوب
جانتا ہے)۔

﴿وَلَا تَفْرَخُوا بِمَا آتَأْتُكُمْ﴾ (الحدید: ۲۳)
(خدا نے جو دیا ہے اس پر اتراؤ نہیں)۔

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے عطا فرمایا، اس کی قدر
کرو، اس میں جن لوگوں کے حقوق اللہ نے رکھے ہیں وہ ادا کرتے
ہیں اس مال کو ایسا نہ اڑا کہ بعد میں پچھتا نا پڑے اور ضرورتوں کو بھی
نہ پورا کرسکو۔

﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمُسْكِينَ وَابْنَ السَّيِّئِلِ وَلَا

تَلَدُّرْ تَبْلِيغٍ، إِنَّ الْمُبَدِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيَطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا (بنی اسرائیل: ۳۷)

(اور رشتہ دار اور غریب اور مسافر کو اس کا حق پہنچاتے رہو اور دولت جو بے جامت اڑاؤ کیونکہ دولت کو بے جا اڑانے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے پور دگار کا بڑا ناشکر ہے)۔
دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنْقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبُسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا (بنی اسرائیل: ۲۹)

(بنی اسرائیل) (اور اپنا ہاتھ شہ تو اتنا سکیڑو کہ (گویا) گردن میں بندھا ہے اور نہ اس کو بالکل پھیلا دو (ایسا کرو) تو تم ایسے بیٹھے رہ جاؤ گے کہ لوگ تم کو ملامت بھی کریں گے اور تم ہی دست بھی ہو جاؤ گے)۔

چونکہ یہ اعدال کا وصف خاص اسلام کی اخلاقی تعلیم نے پیدا کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلمانوں کا امتیازی وصف قرار دیا اور فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذِلِّكَ قَوَاماً (الفرقان: ۶۷)

(اور خرچ کرنے لگتے فضول خرچ نہ کریں اور نہ بہت تنگی کریں بلکہ ان کا خرچ افراط و تفریط کے درمیان نیچ کا کرو)۔

حسد اور فحش کوئی

معاشرہ کی بربادی اور سوسائٹی کی خرابی کے لیے دوایسے سبب موجود ہیں جو آج کل خاص طور سے معاشرہ کے فساد کا ذریعہ بن رہے ہیں اور ان میں بھی حسد کا جو کردار ہے وہ نہایت گھناً نا اور بدترین ہے، ان دونوں کے سلسلہ میں اسلام نے ابتداء ہی سے مسلمانوں کے دل و دماغ میں اس کی برائی خرابی بیٹھانے اور فکر و نظر کو اس سے بلند رکھنے کی تلقین کی۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”إِيَاكُمْ وَالظُّنُونَ فَإِنَّ الظُّنُونَ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحْسِسُوا لَا تَجْسِسُوا لَا تَحْسَدُوا لَا تَدَابِرُوا لَا تَبَاغضُوا وَكُونُوا عَبَادَ اللَّهِ أَخْوَانًا“ (۱)

(بدگمانی سے بچو، بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹ کی بات ہے، نہ لوگوں کے عیوب کی نوہ لگاؤ، نہ باہم حسد کرو، نہ ایک دوسرے سے بے تعلق رہو، نہ باہم شخص رکھو بلکہ خدا کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ) اور ایک جگہ خاص طور سے حسد سے بچنے کی ہدایت فرمائی:

”إِيَاكُمْ وَالْحَسَدُ فِي إِنَّ الْحَسَدَ يَا كُلُّ الْحُسْنَاتِ كُمَا

(۱) البخاری: کتاب الادب، باب ما ینهى عن التحسد والتدارب۔ ۶۴

تاکل الناز العطب” (۱)

(تم لوگ حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکوں کو اس طرح کھا جاتا ہے
جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے)

اس طرح بد زبانی شخص گوئی اور برے الفاظ کا استعمال آدمی کو
سو سائی میں اچھوت بنادیتا ہے اور لوگ اس کے خوف سے اس کے
قریب آنا بھی ناپسند کرنے لگتے ہیں۔

”ایک آدمی رسول اللہ ﷺ سے ملنے آیا آپ ﷺ نے اس کو
دیکھا تو فرمایا کہ اپنے قبیلہ میں یہ نہایت بُرا آدمی ہے لیکن جب وہ
آپ ﷺ کے پاس بیٹھا تو آپ ﷺ اس سے نہایت خندہ پیشانی کے
ساتھ ملے، جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے کہا جب آپ ﷺ نے
اس کو دیکھا تو بُرا کہا پھر اس سے نہایت لطف و محبت سے ملے! فرمایا:
عائشہؓ تم نے ہم کو بد زبان کر دیا، خدا کے نزد یک قیامت کے دن سب
سے بُرا شخص وہ ہو گا جس کی بد زبانی کے خوف سے لوگ اس کو چھوڑ
دیں۔“ (۲)

(۱) أبو داؤد: كتاب الادب، باب في الحسد۔ ۴۹۰۳

(۲) البخاري: كتاب الادب، باب يم يك النبى تخلص فاحشا ولا متفحشا